لیبیا میں سرقہ وحرابہ کی حُدود کا قانون

(۳)

(از جناب حبیب ریحان صاحب ندوی، لکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ البیضاء لیبیا)

بسلسلہ دفعہ ۲۱

(۳) ہاتھ رُسغ (گٹے، پہنچے) پر سے کاٹا جائے گا، جہاں ہاتھ کا جوڑ ہوتا ہے، اور پیر مَفصِل (ٹخنے) پر سے[۱]۔

(۴) مقطوع شخص طبی نگرانی میں اس وقت تک رہے گا جو مدت وہ سرجن متعین کرے جس نے آپریشن کیا ہے۔ یہ نگرانی ہسپتال میں یا اس کے باہر دونوں جگہ ہوگی، اس کے لیے تمام احتیاطی تدابیر کی جائیں گی، اور ضروری علاج فراہم کیا جائے گا کہ دوسری محتمل تکلیفیں یا نقصانات پیش نہ آجائیں[۲]۔

---

[۱] یہ تقریباً جمہور فقہائے اہل سنت کی رائے ہے۔ ابو ثور اور امام احمد کا ایک قول قرطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ پیر اس طرح کاٹا جائے گا کہ ایڑی کا حصہ بچ جائے، مزید تفصیل سرقہ وحرابہ کی مفصل بحث میں کروں گا۔

[۲] یہ تمام احتیاطی تدبیریں ضروری اور شرعی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے۔ "فاقطعوہ واحسموہ" حسم کے معنی یہ ہیں کہ خون بہنے والی رگوں کو گرم لوہے سے داغا جائے۔ یا المغنی لابن قدامہ میں ہے کہ گرم تیل میں ڈالا جائے، تاکہ خون نہ بہے۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک حسم کرنا مستحب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور اس کی دلیل اور ضرورت فقہ حنفی کی کتابوں میں اس طرح درج ہے کہ "اگر حسم نہ کیا جائے گا تو ہلاکت اور تلف کی نوبت آجائے گی اور حد زاجرہ ہوتی ہے نہ کہ مُتلف۔ اس قول اور دلیل کی رو سے احتیاطی تدابیر نہ صرف یہ کہ مستحسن ہیں بلکہ واجب ہیں تاکہ مزید نقصان، امراض یا موت واقع نہ ہو جائے۔ لیبی مقنن نے اسی انسانی اور شرعی حکمت کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ عضو بریدہ میں خون رکنے اور نقصانات سے بچانے کا بہترین طریقہ وہی رائج تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ روح شریعت مصلحتِ شریعت اور تقاضائے شریعت یہی ہے کہ ہر زمانے میں بہترین اور جدید ترین احتیاطی طریقے استعمال کیے جائیں۔ اس لیے ڈاکٹر، سرجن، ہسپتال، دوائیں اور (باقی صفحہ آئندہ)

دفعہ ۲۲۔ قطع سے متعلق خاص احکام

(۱) چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اگرچہ وہ مشلول ہی کیوں نہ ہو، یا انگوٹھا کٹا ہوا ہو، یا انگلیاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نگرانی سب شرعی حیثیت سے نہ صرف یہ کہ مستحسن اور مستحب ہیں بلکہ ضروری اور واجب ہیں۔ لیبیا میں علاج مفت ہے اور ہر باشندہ کو مفت علاج کی سہولتیں مہیا ہیں۔ جن ملکوں میں یہ سہولتیں عوام کے لیے مفت نہ بھی ہوں، وہاں بھی ان طبی احتیاطوں اور دواؤں کی قیمت حکومت ہی پر عائد ہونی چاہیے۔ خدا بھلا کرے ائمۂ فقہ کا کہ جزئیات تک پر بحث کر چکے ہیں۔ حسم کرنے کے سلسلے میں داغنے یا تیل وغیرہ کی قیمت کون ادا کرے گا؟ احناف کے نزدیک اس کی قیمت چور ادا کرے گا کیونکہ مجرم وہ ہے، اور امام شافعی و احمد کا قول یہ ہے کہ بیت المال اور حکومت ادا کرے گی، حالانکہ حسم ان کے نزدیک واجب نہیں صرف مستحسن ہے اور احناف کے نزدیک واجب ہے۔ دونوں اقوال اپنے مخصوص زاویہ نظر اور انداز فکر کی وجہ سے صحیح ہیں، لیکن دوسرا قول فطری اور انسانی جذبات کی روشنی میں اصح ہے۔

طبی سہولتوں کا تذکرہ بیاں آگیا۔ اس لیے راقم ایک اجتہادی مسئلہ مختصر طور پر فقہاء و مجتہدین امت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ مقطوع ہاتھ کس کی ملکیت ہے؟ اور اس کا کیا کیا جائے؟ کیا یہ حکومت کی ملکیت ہے کہ اس کو بازار یا مسجد کے دروازہ پر لٹکا دیا جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو؟ یا دفن کر دیا جائے کہ جسم انسانی کی حرمت کا تقاضا پورا ہو؟ یا یہ مقطوع کی گردن میں ڈال دیا جائے کہ حاضرین جو قطع کے مشاہدہ کے بعد تاثر اور انفعال کی کیفیت سے بریز ہو چکے ہوں وہ اس مقطوع ہاتھ کو اس کی گردن میں لٹکا ہوا دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں؟ یا یہ ہاتھ اس شخص کی ملکیت ہو؟

مالکی مفسر ابو عبداللہ القرطبی لکھتے ہیں: "تعلق ید السارق فی عنقہ، قال عبد اللہ بن محیریز سألت فضالۃ عن تعلیق ید السارق فی عنقہ، امن السنۃ ھو؟ فقال، جیئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسارق فقطعت یدہ ثم امر بہا فعلقت فی عنقہ، اخرجہ الترمذی وابوداؤد والنسائی" (تفسیر القرطبی ۶-۱۷۲)۔

امام شافعی اور احمد کے نزدیک بھی یہ سنت ہے۔ اس کی طرف اشارہ اور احناف کا مسلک ابن ہمام اس طرح واضح کرتے ہیں: ویسن تعلیق یدہ فی عنقہ لانہ علیہ السلام امر بہ و (باقی بر صفحہ آیندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ"۔ وعندنا ذلك مطلق للامام ان رآہ ولم یثبت عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی کل من قطعہ لیکون سنۃ" (شرح فتح القدیر ۴-۲۴۸)۔

اس اختلاف فقہی کا ماحصل یا نتیجہ یہ نکلا کہ احناف کے نزدیک قطع سے زجر مکمل ہوگیا، اب مزید زجر گردن میں ہاتھ لٹکانے سے واجب یا سخت موکد نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر امام چاہے تو مزید زجر کے لیے گردن میں ہاتھ حدیث کی رو سے لٹکا سکتا ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں سے کسی کو بھی مان لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے قطع ید اور اس کو گردن میں حمائل کر دینے کے بعد اب مزید کسی زجر کی نہ ضرورت ہے اور نہ حکمت۔ اب سوال طلب مسئلہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کسی بھی صورت سے زجر مکمل ہو جانے کے بعد یہ مقطوع ہاتھ کس کی ملکیت ہوگا؟

عصور اولیٰ میں اس ملکیت اور عدم ملکیت سے نہ کوئی فائدہ تھا اور نہ اس کی کوئی ضرورت تھی۔ نص کی موجودگی میں اور شریعت کی روح کے خلاف اجتہاد ناجائز بھی ہے۔ لیکن روح شریعت کے موافق اجتہاد اور غور وخوض نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحسن اور بعض اوقات ضروری ہے۔ حد کے متعلق یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ وہ گناہ سے باز رکھنے اور تادیب وتخویف اور زجر کے لیے رکھی گئی ہے۔ چور کی تادیب اس طرح ہو گئی کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا، اور عوام الناس کے لیے تخویف وتاثر کا باعث یہ ہوگیا کہ انھوں نے اس کے قطع کا اندوہناک اور اثر انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس کا ہاتھ خدا کی حد کو توڑنے اور عصیان کی وجہ سے اس کی گردن میں پڑا ہوا بھی انہیں نظر آگیا، اور اس کارروائی سے مکمل طور پر شریعت کا مقصود پورا ہوگیا۔

علم طب کی روز افزوں ترقیاں اور آپریشن کے جدید طریقوں میں محیر العقول۔۔ لیکن محیر القلوب نہیں بلکہ مقلب القلوب تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، اور "سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق" (فصلت-۵۳) کی قرآنی صداقت سائنس وطب کی تجلیوں میں نمودار ہونے کے لیے بیقرار ہے، اور اسلام علم کے سارے فوائد اور سائنس وطب کی تمام سہولتوں سے فائدہ اٹھانے میں مسلمانوں کے لیے کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا بشرطیکہ وہ کتاب وسنت کے اصولوں اور شریعت کی روح کے مخالف اور منافی نہ ہوں۔

اس صورت حال کے پیش نظر ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی کی اس بیان کردہ حدیث اور مسئلہ پر نظر ڈالیں جو راقم نے فتح القدیر اور قرطبی سے نقل کیا ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ مقطوع ہاتھ اس شخص کی ملکیت ہے جس کے جسم سے وہ کاٹا گیا ہے تو پھر اس کے لیے طب کی ان سہولتوں اور (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کم یاب سہی لیکن کامیاب تجربوں سے مدد لینی جائز ہے یا نہیں جن کی رو سے کٹے ہوئے ہاتھ، پیر دوبارہ جوڑے جانے اور سیدھا ہاتھ الٹی جگہ پر اور الٹا ہاتھ سیدھی جگہ پر جوڑے جانے کے کامیاب تجربے اور قصے ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں؟ قطع کے سلسلے کی ساری طبی سہولتیں تو گورنمنٹ کو دینی ضروری ہیں، لیکن اگر یہ طبی آپریشن فقہی طور پر جائز ہو تو اس پر خرچ کی جانے والی رقم یا سہولتیں حکومت پر ہرگز ضروری نہیں ہوں گی۔ بلکہ یہ رقم مجرم کو اپنے پاس سے خرچ کرنی ہوگی یا اس کے اعزہ، اقرباء اور دوست احباب اگر چاہیں تو اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ اس طرح مجرم اور سوسائٹی دونوں میں جرم سے اجتناب اور خوف کم ہو جائے گا، اور اس طرح شریعت کی حکمت پوری نہیں ہو سکے گی۔ یعنی حد زاجر نہ رہ جائے گی۔ لیکن راقم کے نزدیک یہ محض ایک فرضی اعتراض ہوگا، کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ شریعت کی پہلی حکمت، یعنی مجرم کو سزا، وہ تو پوری ہو گئی۔ دوسری حکمت یعنی سوسائٹی اس سے سبق سیکھے وہ بھی پوری ہو گئی۔ تیسری بات یہ کہ یہ آپریشن تو ابھی کمیاب ہے اور تجربہ کی دنیا میں ہے اور بہت مخصوص ملکوں میں ہے۔ لیکن کوئی سا بھی معمولی سے معمولی آپریشن سو فیصد کامیاب ہونے کی گارنٹی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اور یہ کہنا کہ اس طرح چور بار بار چوری کرے گا اور آپریشن کرا لیا کرے گا، ایک محال مفروضہ ہے۔ کیونکہ عام انسان اُن آپریشنوں تک کو بلا وجہ بلا ضرورت اور بلا خوف نہیں کراتے جن کی کامیابی کا علم تجربہ کی رو سے بار بار ثابت ہوتا رہتا ہے، اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ معمولی سے آپریشن تک میں جان تک جانے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس لیے چور محض اس آپریشن کی تسلی میں دوبارہ چوری کرنے کی جرأت راقم کے خیال میں ہرگز عام حالات میں نہیں کر سکتا۔ اور یوں تو پھر ایک ہاتھ ضائع ہو جانے کے بعد بھی دوبارہ چوری کرنے والے اور دوبارہ ان پر قطع کی حد نافذ ہونے والے ہزاروں ہزار میں ایک دو مل ہی سکتے ہیں۔ میرے خیال میں نہ کوئی دوسرا سوسائٹی کا وہ شخص جو چوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس سہولت کی وجہ سے چوری کا ارادہ کرے گا، کیونکہ اس سہولت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بھی جسے چوری کرنی ہوتی ہے وہ قطع ید جیسی سخت سزا کی موجودگی میں بھی یہ کام کرتا ہے، اور نہ کوئی صالح شخص اس آپریشن کی سہولت مہیا ہونے کے بعد بخوشی اور بلا خوف یہ کام شروع کر دے گا۔ علاوہ فطرت بشری کے اصولوں کے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ یہ آپریشن نہ ہر صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے، نہ ہر ملک میں ہو سکتا ہے، اور اس پر ہزاروں کے مصارف آ سکتے ہیں، کسی بھی چور کے لیے سو فیصد کامیابی کا یقین کیسے ہو سکتا ہے؟ اور کیا ہزاروں روپیہ برباد کرنے کے بعد ایسی مشتبہ و مشکوک، خطرناک اور غیر یقینی کامیابی کا سہارا لے کر کوئی شخص بہوش و حواس چوری کا ارادہ کر سکتا ہے؟ ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) " فَاقْطَعُوْٓا "۔ کی نص میں قطع کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے، لیکن اس ظاہر نص کی روشنی میں ہمیشہ فقہاء نے حدیث و اقوال صحابہ کی مدد سے احکام کے استنباط کیے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات صحیح ہے کہ نص میں قطع کا قطعی حکم ہے اور اس کی قطعیت سے انکار نعوذ باللہ کوئی مسلمان نہیں کر سکتا، مگر حاکم کے حکم سے جب قطع ہو گیا تو اس حکم کا منشاء پورا ہو گیا۔ ایک وقیع اشکال راقم کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ اگر قطع کی حکمت یہ ہو کہ چور ہمیشہ اپنے ہاتھ سے محروم رہے تاکہ یہ اس کے لیے نکال اور عبرت ہو، اور جو شخص اس کو دیکھے اس کے لیے بھی چوری سے باز رہنے کا ذریعہ ہو، اگر ایسا ہو تو پھر یہ آپریشن صحیح نہیں ہو سکتا۔ لیکن آیت قرآنی قطع کو بدلہ بتاتی ہے " جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ " اور نکال کے معنی قرطبی یہ لکھتے ہیں " نکلت به اذا فعلت به ما یوجب ان ینکل به عن ذلك الفعل " (۶-۱۷۴) (ایسا فعل کرنا جس سے آدمی اس فعل سے باز رہے) اور یقیناً قطع ید ایسی سخت سزا ہے جو بیک وقت جزا اور نکال کا کام دیتی ہے۔ آیت کے آخر میں ہے " فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ " تابعی عطاء اور امام شافعی کے ایک قول میں توبہ قطع تک کو ساقط کر دیتی ہے۔ آ گیا، جزا، نکال اور توبہ و اصلاح کے بعد یہ آپریشن صحیح نہیں ہو سکتا؟ بہر حال اگر قطع کی حکمت یہ ہو کہ تاحیات چور پر حد کا اثر باقی رہے تو پھر اس مسئلہ پر بحث ہی نہیں کی جا سکتی۔ لیکن راقم کے سامنے یہ نظیر ہے کہ عام حدود کے زاجر ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تاحیات ان کا اثر باقی رہے۔ زنا چوری سے زیادہ فحش کام ہے۔ اس کی حد کوڑے لگانا ہے، جن کا کوئی اثر تاحیات باقی نہیں رہتا۔ اگر تاحیات حد کا اثر باقی رکھنا ہی حد کی حکمت ہوتی تو پھر اس جرم میں عضو تناسل، خصیتین، یا اگر ان سے تناسل و توالد کی حکمت ختم ہونے کا خطرہ ہوتا تو کسی اور ایسے ظاہر عضو کو کٹوا دیا جاتا جس کو دیکھ کر دوسروں کو تاحیات عبرت حاصل ہوتی رہتی۔ شراب ام الخبائث ہے اس کی حد بھی کوڑے ہیں جن کا اثر تاحیات باقی نہیں رہتا، اور کسی کے لیے بھی ان سے تاحیات عبرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ حدود اسلامیہ کے عبرت آموز اور اثر انگیز ہونے کے لیے ان کا اعلان ہی کافی ہوتا ہے، اور پھر ان کا نفاذ مسلمانوں کے مجمع میں ایک بار اس کی پوری ضمانت ہوتا ہے کہ ان کا اثر دلوں میں جاگزیں ہو گیا ہے۔

بہر حال راقم نہ تو اس مسئلہ کو جائز کرنے ہی کے درپے ہے، اور نہ اس سلسلے میں کوئی فتوی دینا چاہتا کہ یہ مجھ جیسے ناقص علم و تجربہ والے کا کام نہیں، اور نہ کسی ایک عالم کے لکھنے سے اس مسئلہ میں کوئی قول فیصل ہو سکتا ہے، بلکہ یہ علمائے امت کی اکثریت کی رائے اور اجتہاد کی روشنی میں مفروض بحث (باقی بر صفحہ آئندہ)

کٹی ہوئی ہوں[51]۔ بشرطیکہ شل ہونے کی وجہ سے اس کے کاٹنے سے ہلاک ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔

(۲) چور کا ہاتھ حسبِ ذیل صورتوں میں نہ کٹے گا:

(الف) اگر اس کا بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہے، یا شل ہے، یا انگوٹھا کٹا ہوا ہے، یا اگر انگوٹھا کٹا ہوا نہ ہو تو (کوئی سی بھی) دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں[52]۔

(ب) اگر اس کا دایاں پیر کٹا ہوا ہے، یا شل ہے یا اس میں ایسا لنگ ہے جس کی وجہ سے اس پر چلا نہیں جا سکتا[53]۔

(ج) اگر اس کا دایاں ہاتھ چوری کے بعد کسی بھی حادثہ کی وجہ سے جاتا رہا ہو (کٹ گیا یا ٹوٹ گیا ہو)۔

(۳)۔ (مذکورہ بالا صورتوں میں کسی بھی وجہ سے) اگر قطع نہ ہو سکے تو مجرم کو سزا تعزیر کے طور پر قانون عقوبات (لیبیا) کے ماتحت دی جائے گی[54]۔

دفعہ ۲۳۔ جزئیات میں رجوع کہاں کیا جائے

امام مالک کے مذہب میں مشہور قول کی تطبیق کی جائے اُن چیزوں میں جن کے متعلق نص (حکم) اِس قانون میں وارد نہیں ہوئی ہے سرقہ اور حرابہ کے سلسلے میں جن پر حد واجب ہو گی۔ اور اگر مشہور (مذہب) میں نص نہ پائی جائے تو قانون عقوبات (لیبیا) کی تطبیق کی جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) میں آ سکتا ہے۔ راقم یہ مسئلہ صرف اسی لیے پیش کر رہا ہے کہ مشاہیر اہل علم و فضل جن میں اجتہاد کی اہلیت اور شرعی شرطیں پائی جاتی ہوں وہ مسئلے کو واضح کریں

[51] یہ احناف کا قول ہے۔

[52] یہ بھی احناف ہی کا قول ہے کہ اس طرح منفعتِ جنس ختم ہو جائے گی، ہاتھوں سے پکڑنے کی صلاحیت جاتی رہے گی۔

[53] یہ بھی احناف ہی کا قول ہے کہ اس طرح پیر سے چلنے کی منفعت ختم ہو جائے گی کہ جسم کی ایک شق یعنی ایک جانب سے ہاتھ اور پیر کاٹنے سے چلنا دو بھر ہو جائے گا، اور شریعت کی یہ حکمت حدِ حرابہ میں ظاہر ہوتی ہے جہاں قطع میں اختلاف کا حکم دیا گیا ہے، یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹا جائے گا۔

[54] قانون عقوبات میں وارد سزاؤں کا ترجمہ تفصیلی مضمون میں کروں گا۔

اور (حد کے) جاری کرنے کے طریقوں کے بارے میں اِس قانون میں جہاں نص نہ ہو وہاں قانون اجراءاتِ جنائیہ (لیبیا) کی تطبیق کی جائے۔

اس قانون کے احکام قانون عقوبات یا کسی دوسرے قانون کے احکام کو لغو نہیں کرتے، اُن چیزوں کو چھوڑ کر جن کے بارے میں اِس قانون میں نص موجود ہے۔

دفعہ ۴۲

تمام وزیروں کو چاہیے کہ اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں اس قانون کی تنفیذ کریں، اور اس قانون پر عمل کیا جائے سرکاری گزٹ میں چھپنے کے تیس دن بعد سے۔

انقلابی کونسل

محمد علی الجدی	عبدالسلام احمد جلود، وزیر اعظم
وزیر انصاف	۴ رمضان ۱۳۹۲ھ
	۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۲ء

یہ قانون سرکاری گزٹ میں ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۹۲ھ، مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کو وزیر عدل (انصاف) کے حکم سے شمارہ نمبر ۶۰ سال نمبر ۱۰ میں نشر کیا گیا ہے۔ توضیحی یادداشت بھی اسی شمارہ میں نشر کی گئی ہے جس کا ترجمہ راقم عنقریب پیش کرے گا۔ اس طرح اس قانون کا اجرا بالحمد للہ ثم الحمد للہ لیبیا کی اسلامی سرزمین میں ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۷۳ء سے ہو گیا ہے۔ راقم کی اطلاع کے مطابق تا دم تحریر (یکم اپریل ۱۹۷۳ء) ابھی تک کسی کے ہاتھ کٹنے کی اطلاع نہیں ملی ہے۔ تین چوری کی وارداتیں پبلک پراسکیوٹر کے پاس آئی ہیں، جن میں تحقیق جاری ہے کہ کیا ان میں حد کی شرط پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر شرطیں نہ پائی گئیں تو تعزیری طور پر دوسری سزائیں ملیں گی، اور اگر شرطیں منطبق ہوئیں تو کیس عدالت میں پیش کیے جائیں گے، اور آخری فیصلے کے بعد اجرا ممکن ہو گا۔

جیسا کہ مضمون کے شروع میں لکھ چکا ہوں لیبیا میں چوری کی وارداتیں دوسرے ملکوں کے بالمقابل بہت ہی کم ہیں۔ لیکن گزشتہ چند سالوں سے کچھ بڑھ رہی تھیں۔ اِن شاء اللہ قانون شریعت کے احیاء اور حدود کے اجراء بلکہ اعلان ہی کے بعد بہت جلد یہ کم واقعات بھی معدوم ہو جائیں گے۔ "ایک حد کا قیام چالیس دن کی بارش اور اس سے جو خیر و برکت نازل ہوتی ہے اس سے بہتر ہے" (تفسیر قرطبی ۱۲ - ۱۶۲) کا مفہوم قلب مومن

تو ہمیشہ سے سمجھتا ہے اور مانتا بھی ہے لیکن عام انسانوں اور عالمی قانونِ جنایات کے ماہرین کی عقل و نظر بھی اس کی حقانیت کی مُقر ہو جائے گی۔ اور پھر جب کامل اسلامی نظام و قانون کی حکمرانی سارے اسلامی ملکوں میں زبان اور عمل سے شروع ہو جائے گی، کتاب و سنت کی پیروی مقصدِ حیات بن جائے گی اور خدا کی توحید اور رسولؐ کی محبت رگِ جان میں پیوست ہو جائے گی تو پھر فرحت و انبساط ہر خطہ میں نظر آئے گا۔ انسانی آبادی کو پر امن زندگی گزارنے کی کھوئی ہوئی سعادت پھر واپس مل جائے گی۔ اور چوری، سینہ زوری اور تمام اخلاقی گراوٹوں، اقتصادی پریشانیوں اور نفسیاتی آفتوں سے وہ محفوظ ہو جائے گی۔ امت اسلامیہ کو قوت، عظمت اور نصرت سب دوبارہ واپس مل جائے گی، اور خدا کی زمین نورِ شریعت سے معمور ہو کر قلوب انسانی کو تجلیات کا طور بنا دے گی۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم (حدید - ۱۲)

اس دن تم مومنین اور مومنات کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور داہنے دوڑ رہا (پھیلا ہوا) ہوگا۔

لیکن شیاطین انس و جن، طاغوت کے پجاری، یعنی وہ منافقین جو مسلمانوں میں مل کر اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں، جن کے قول و فعل میں تضاد ہے، جن کے باطن اسلامی شریعت سے بیر رکھتے ہیں، خدا پر اعتقاد نہیں رکھتے، رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتے اور قانون الٰہی کے نفاذ سے پریشان ہوتے ہیں، وہ سب اس دن نفسیاتی کشمکش کا شکار ہوں گے۔ آیت قرآنی میں ان سے خطاب یوم قیامت کے سیاق میں کس قدر متاثر کر دینے والے پیرائے میں کیا گیا ہے۔ اور جس طرح وہ زندگی میں نفاق کرتے تھے اور ظلمت حیات کو نورِ مستقیم کے مقابلہ میں انہوں نے اختیار کیا تھا، اسی کی مناسبت سے انہیں نور اور رحمت سے محرومی کی وعید سنائی جا رہی ہے، اور آخر میں پھر ایمان کامل کی دعوت، خشوع الٰہی کی ضرورت، اور منزّل من اللہ قانون کی پیروی کی اہمیت پر اہل ایمان کو اس طرح ابھارا ہے:

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے (کچھ) اقتباس کر لیں (پل صراط کے اندھیرے میں)، ان سے کہا

بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ
الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ
الْعَذَابُ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ
مَعَكُمْ قَالُوا بَلَى وَلَٰكِنَّكُمْ
فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ
وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ
حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ
بِاللَّهِ الْغَرُورُ، فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ
مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ
كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ
مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ،
أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ
تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ "

(حدید - ۱۳ - ۱۶)

جائے گا اپنے پیچھے لوٹو اور روشنی ڈھونڈھو (یعنی دنیا میں واپس جا سکو تو چلے جاؤ کیونکہ وہ دار العمل تھی روشنی وہاں عمل سے جمع کی جا سکتی تھی، یعنی یہ کہ اب روشنی ملنی ممکن نہیں جیسے کہ دنیا میں واپس جانا ممکن نہیں)، پھر اُن کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب۔ وہ ان کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ وہ جواب دیں گے تھے کیوں نہیں، لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا، اور گھات میں (مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں) لگے رہے، اور شک میں پڑے رہے، اور (باطل) امیدوں نے تم کو دھوکے میں رکھا، یہاں تک کہ امر الٰہی (موت یا عذاب) آپہنچا، اور بہکایا تم کو اللہ سے غرور (شیطان یا دنیا) نے، سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کفار سے۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے، یہی تمہاری رفیق ہے، اور برا انجام ہے یہ۔ کیا ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آگیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے خشوع (خوف اور یاد) حاصل کریں اور اس سے جو حق (سچا دین یا قرآن) اترا۔